نہایت شاندار اور کامیاب ثابت ہوا۔ آپ نے تمام باشندگان عرب کے عقائد و رسومات کے خلاف صدائے حق بلند کی تو عرب کے ریگستان کا ذرہ ذرہ آپ کی مخالفت میں پہاڑ بنکر سامنے آیا۔ بجائے اسکے کہ آپ کا پائے ثبات متزلزل ہوتا تمام مخالف قوتیں عزم و استقلال نبوت سے ٹکرا کر چور چور ہو گئیں اور آپ اپنے ارادہ پر پہاڑ کیطرح برابر جمے رہے۔ انتہا ہے کہ ساری قوم دشمن ہو چکی تھی صرف آپ کے چچا ابو طالب معین و مددگار تھے جب انہوں نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا تو آپ نہایت دلیری و استقلال سے فرماتے ہیں۔ چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند رکھدیں تب بھی اعلان حق سے باز نہ آؤنگا (ابن ہشام) غزوہ حنین میں کہ صحابہ مخالفین کے حملہ کی تاب نہ لاسکے لیکن سرورکونین چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں تیروں کی بارش کے اندر برابر مقابلہ کرتے رہے۔ اسی حالت جوش میں آپ کی زبان مبارک پر بے ساختہ یہ شعر جاری ہو گیا۔ انا النبی لا کذب و انا ابن عبد المطلب۔ ان کے علاوہ اور بیسیوں واقعات آپ کے عزم و استقلال پر شاہد ہیں جنکو بخوف طوالت نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

استقامت اور صحابہ کرامؓ

(از مولوی لطیف الدین صاحب لطیف سہروردی (منشی کامل) متعلم رحمانیہ)

طمع و ترغیب صحابہ کرامؓ عرب جیسے بے آب و گیاہ ملک میں پیدا ہوئے تھے جہاں وسائل معاش نہایت مشکل سے مہیا ہوتے تھے عموماً صحابہ کرام فاقہ اور تنگدستی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن اسی طرح زندگی کتنے دنوں تک بسر کی جاسکتی تھی آخر قرض لینا ہی پڑتا تھا قرضخواہ کو اس صورت میں اپنی مذہبی تبلیغ کے موقع بخوبی مہیا ہو جاتے تھے۔ درحقیقت قرض ایک ایسا آلہ تھا جسکے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے برگشتہ کرنا نہایت آسان تھا۔ اس افلاس زندگی اور تنگدستی کی حالت میں زکوٰۃ کا مسئلہ ایک ایسا ٹیڑھا مسئلہ تھا جس کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کیلئے برگشتگی مذہب کی ترغیب دیجا سکتی تھی۔ مالی اعتبار سے یہودیوں کی قوم دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام اکثر ان کے زیر بار رہا کرتے تھے۔ یہودی اس موقعہ پر اپنی مذہبی تبلیغ میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے صحابہ کرامؓ کے پختہ ایمان پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوا انہوں نے یہودیوں کی مالی ترغیبات کو سرپائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ صحابہ کرامؓ کے ایمان میں اسقدر پختگی پائی جاتی تھی کہ بڑے سے بڑے بادشاہ کی توجہات بھی ان کو دین حق سے برگشتہ کرنیکا یارا نہیں رکھتی تھیں۔

حضرت کعب بن مالک کسی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرسکے تھے جس کی وجہ سے رسول کریمؐ اور تمام اصحاب کرامؓ آپ کے ناراض ہوگئے حتیٰ کہ قطع تعلقات تک نوبت پہنچ گئی۔ جب یہ خبر رئیس غسان کو پہنچی تو اس نے اپنے قاصد کو ایک خط دیکر کعب بن مالک کے پاس مدینہ روانہ کیا۔ قاصد نے یہ خط کعبؓ کو دیا جس میں مرقوم تھا۔ میں نے سنا ہے کہ محمدؐ نے تمہاری کچھ

قدر کی اسلئے میرے پاس چلے آؤ میں تمہاری شان کے موافق تم سے سلوک کرونگا۔

خیال کیجئے کہ اسوقت کعب بن مالک کی حالت بقول ان کے یہ ہے کہ صحابہ کرام اور خود رسول اللہ صلعم ان سے کلام نہیں کرتے زمین وآسمان ان کو اپنے دشمن نظر آتے ہیں۔ نبی صلعم نماز کے بعد مسجد میں تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے۔ اس حالت میں وہ آکر آپ کو سلام کیا کرتے تھے اور دل میں کہتے تھے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں۔ پھر آپ کے متصل کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے لیکن ان سب کا جواب آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے ایک کامل سکوت اور بے اعتنائی کے ساتھ دیا جاتا ہے اسکے بالمقابل شاہ غسان کعب کے ساتھ ہر طرح کی مراعات کرنے کیلئے تیار ہے لیکن حضرت کعب کا ایمان کچھ ایسا کمزور نہ تھا کہ وہ عقبیٰ کے مقابلے میں مادی فوائد کو ترجیح دیتے حضرت کعب شاہ غسان کے نامہ کو پڑھکر تنور میں جھونک دیتے ہیں اور قاصد کو صاف روکھا جواب دیکر محروم واپس کرتے ہیں۔

ابتلا اور آزمائش کا سب سے بڑا موقع وہ ہوتا ہے جب انسان کو اپنی جائداد سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ انسان دوسروں کے مال ودولت سے بے نیاز ہوجائے لیکن اپنے مال ودولت سے دست بردار ہوتے وقت انسان کا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ یہی وقت ہے جب انسان کے ایمان میں تزلزل واقع ہوجاتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ پر یہ چیزیں بھی کچھ اثر نہ کرسکیں۔

ہجرت کے موقع پر عموماً صحابہ کرام نے اپنے مال واولاد سے ہاتھ دھوئے لیکن پھر بھی ان کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی ہجرت کے بعد بھی صحابہ کرامؓ کے اظہار عقائد میں نجاشی کے مادی فوائد رکاوٹ نہ ڈال سکے چنانچہ حضرت جعفر طیار نے جس صداقت اور بے باکی کے ساتھ قریش کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دربار حبش میں اپنا مسلک پیش کیا ہے وہ آج بھی مسلمانوں کو ثبات و استقامت کا ایک لازوال سبق دے رہا ہے۔

قطع علائق انسان ابتلا وامتحان کے تمام مواقع میں ثابت قدم رہ سکتا ہے لیکن سوسائٹی اور خویش اقارب کے بائیکاٹ کے موقع پر اپنے ایمان کو سلامت نہیں رکھ سکتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ اس موقع پر بھی پورے پورے ثابت قدم رہے ہیں صحابہ کرامؓ کو اسلام لانے کے وقت سب سے پہلے اسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت خالد بن سعیدؓ جس وقت ایمان لاتے ہیں تو ان کے والد ان کو خوب مارتے پیٹتے ہیں یہانتک کہ ان کا کھانا بند کردیتے ہیں اور اپنے دوسرے لڑکوں کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کردیتے ہیں۔ آخر یہ ان کے مظالم سے تنگ آکر حبش کیطرف ہجرت کرجاتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ماں ان کے اسلام لانے سے بطور احتجاج فاقہ کرنے لگیں اور فاقوں سے بیہوش ہوجاتیں لیکن حضرت سعد پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا وہ اپنے اسلام پر قائم رہے۔

باپ کا بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر تلوار اٹھانا بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ نے اپنے جوش ایمان کے تقاضے کی بنا پر اس کا عملی ثبوت پیش کیا۔

عتبہ غزوۂ بدر میں شمشیر بکف میدان میں آیا مسلمانوں کیطرف سے اسکے مقابلے کیلئے لخت جگر حضرت ابو حذیفہ نکلے آپ کے اس فعل کی ہجو عتبہ کی بیٹی ہند نے چند اشعار میں کی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کا مقابلہ بھی اسی کی ایک تمثیل تھی۔

قطع علائق کا سلسلہ صرف یہیں تک آکر نہیں رک جاتا بلکہ شریعت اسلامی کی بموجب متعدد صحابہ نے اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر لیا صلح حدیبیہ کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔ کافرہ عورتوں کو نکاح میں نہ رکھو۔ چنانچہ اس آیت کے بموجب حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اسی طرح بہت سی صحابیات مکہ سے مدینہ ہجرت کر آئی تھیں ان کو بھی واپس نہیں کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ مانعلم ان احدا من المہاجرات ارتدت بعد ایمانہا۔ ہمیں کسی ایسی عورت کا علم نہیں جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئی ہو۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے قبائل تک سے اپنا قطع تعلق کر لیا تھا۔

ہجرت اوپر جتنے مصائب کا ذکر کیا گیا ہے ان کو کسی نہ کسی طرح سے انسان ایک حد تک برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن فراق وطن کی جانگداز مصیبت کو سہہ لینا انسانی حوصلے سے باہر ہے۔ ہجرت مکہ کوئی ایسی معمولی چیز نہ تھی جو صحابہ کرام کو بے چین نہ کر دیتی صحابہ کرام پر ہجرت کا ناقابل برداشت صدمہ نہایت شاق گذرتا تھا چنانچہ اکثر صحابہ کرام اپنے وطن کی یاد نہایت رقت انگیز اور دردناک انداز میں کیا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ کو مکہ کی پہاڑیوں وادیوں اور چشموں کی یاد جب کبھی بیتاب کرتی تھی تو بے اختیار ان کی زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتے تھے۔

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة ۔۔۔ بواد وحولی اذخر وجلیل

کاش میں ایک رات اس میدان میں بسر کرتا جس میں میرے گرد اذخر اور جلیل ہوتے۔ (مکہ کی دو قسم کی گھانس کا نام ہے)۔

وهل اردن یوما میاه مجنة ۔۔۔ وهل یبدون لی شامة وطفیل

کیا میں پھر کبھی مجنہ کے پانی سے سیراب ہوں گا۔ کیا میرے سامنے پھر کبھی شامہ اور طفیل (دو پہاڑیاں) ہوں گی۔

حضرت عامرؓ مکہ کی یاد سے بیتاب ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

انی وجدت الموت قبل ذوقه ۔۔۔ ان الجبان حتفه من فوقه

مجھے موت سے پہلے ہی موت آ گئی ۔۔۔ نامردوں کی موت اوپر سے آتی ہے۔

مدینہ کی آب و ہوا صحابہ کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ اکثر صحابہ کرام بخار میں مبتلا رہتے تھے اس پر فراق مال و اولاد اور مستزاد تھا لیکن باوجود اس کے عموماً صحابہ کرام ہجرت کے مشتاق نظر آتے تھے۔

معاہدہ حدیبیہ کے مکمل ہونے سے پیشتر حضرت ابو جندلؓ پا بجولاں صحابہ کرام کی خدمت میں پہنچے اور اپنے کو ان کے سامنے ڈال دیا معاہدہ میں اگرچہ ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائیگا وہ قریش کو واپس کر دیا جائیگا لیکن چونکہ ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا تھا اسلئے نبی کریم نے ان کی حالت پر رحم کھا کر ان کو لینا چاہا لیکن ابو جہل نے کہا کہ سب سے پہلے انہیں کو واپس کرنا ہوگا چنانچہ مصلحتہً آپ نے مجبور ہو کر ان کو واپس کرنا چاہا تو انہوں نے نہایت دردناک لہجہ میں کہا "مسلمانو! کیا میری مصیبتوں کو نہیں دیکھتے کیا میں پھر مشرکین کی طرف واپس کر دیا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہوں" لیکن اسوقت سوائے واپسی کے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا چنانچہ مجبوراً ان کو واپس کر دیا گیا۔

اللہ اکبر! یہ ابو جندلؓ کا ہی ایمان تھا کہ وہ ایسے موقع پر بھی دامن ایمان کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتے۔ اگر اور

کوئی شخص ہوتا تو یقیناً ایسے موقع پر اس کے پائے استقامت کو لغزش ہوجاتی۔ حضرت صہیبؓ کو کفار نے اسوقت ہجرت کرنیکی اجازت دی جب ان کے تمام مال ومتاع لے لئے۔

ان تمام مصائب وآلام میں صحابہ کیلئے یہ خیال باعث مسرت تھا انہوں نے کفرستان مکہ سے نجات پائی تھی۔ حضرت ابوہریرہ اگرچہ سفر ہجرت سے پریشان ہوگئے تھے تاہم ان کی مسرت کا اندازہ اس شعر سے کیا جاسکتا ہے۔

یالیلۃ من طولہا وعنائہا علی انہا من دارۃ الکفر نجت

کتنی لمبی اور تکلیف دہ رات ہے۔ تاہم یہ بات تسکین دہ ہے کہ اس نے دارالکفر سے نجات دلائی۔

ہجرت کی مصیبت سخت ترین مصیبت تھی چنانچہ خود احادیث میں یہ لفظ وارد ہیں۔ ان شان الھجرۃ لشدید لہ ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے۔

لیکن باوجود اس کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مصیبت کو بھی مردانہ وار جھیل گئے۔ برگشتگی ایمان کہاں؟ ان کی پیشانی صبر واطمینان پر ایک شکن تک نہ پیدا ہوئی۔ یہ تھیں وہ سخت ترین مصائب وآلام جنکے مقابلے میں انسان کا مذہب وایمان پر برقرار رہنا نہایت مشکل ہے لیکن صحابہ کرام کے اندر اس قدر زبردست قوت ایمان تھی کہ انہوں نے ان مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پختگی ایمان واستقامت کا وہ عملی ثبوت دیا جس کی نظیر قوموں کی تاریخ میں ملنا نہایت مشکل ہے۔ آج ہمارے سامنے بھی وہی اسباب ومصائب پیش آتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کو پیش آئے تھے لیکن ہمارے ایمان و استقامت کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں لیکن ایک وہ صحابہ کرام بھی تھے جن کے پائے ثبات کو ان مصائب کی وجہ سے ذرہ بھر لغزش نہ ہوتی تھی۔ آہ آج ہماری حالت اور صحابہ کرام کی حالت میں کس قدر فرق ہے۔

"بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا" (فقط)

انتقال پر ملال

دارالحدیث رحمانیہ کے مشہور معقولی مدرس مولانا عبدالسلام صاحب تقریباً ڈیڑھ ماہ مریض رہ کر ۱۳ جولائی کی شب کو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا فضل وکمال بالخصوص فنون معقولات کی لیاقت واستعداد ملک بھر میں مشہور تھی۔ مرحوم نے دوسری تصانیف کے علاوہ منطق کی مشہور کتاب حمداللہ کی عربی شرح بھی لکھی تھی جسے چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کا ایک غیر معمولی معقولی دنیا سے اٹھ گیا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنائت کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین:۔ (ایڈیٹر)